AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تنقید کے بنیادی مباحث

BASIC ARGUMENTS OF CRITICISM

Dr. Muhammad Shafiq Asif
Assistant Professor Department of Urdu Language & Literature
University of Sargodha

Abstract:
This research article reiterates the importance of criticism in Urdu literature. The field of criticism in Urdu literature is very strong. Critical thoughts in Urdu are very broad. Various aspects of criticism have helped a lot in understanding Urdu literature. From a critical point of view, the reader's mind develops the ability to understand the literary work. Criticism has also had a special relationship with history and society. A critic studies a work in depth to know its merits. He tries to understand its various aspects.
Keywords: *Urdu Criticism, Literary Genre, Evaluation, Stylistics, values, Norms.*

تنقید یا انتقاد کا اصل ماخذ نقد ہے۔ جس کے مروجہ معنی کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنا ہے۔ ادبیات میں اس سے مراد کسی فن پارے کے فنی محاسن کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی خوبیاں اور خامیاں تلاش کرنا بھی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب اردو میں انگریزی ادب کے ذریعے بہت سی نئی ادبی اصناف شامل ہوئیں تو ان میں تنقید کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ انگریزی میں تنقید کے لیے لفظ Criticism مستعمل ہے جبکہ اردو میں تنقید اور انتقاد جیسے الفاظ کسی فن پارے کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے لیے استعمال ہونے لگے۔ تنقید یا انتقاد کے حوالے سے حامد اللہ افسر رقم طراز ہیں:

"لفظ تنقید عربی صرف و نحو کے اعتبار سے صحیح نہیں، اس کی جگہ نقد یا انتقاد ہونا چاہیے لیکن اردو ادب میں اب یہ لفظ اس قدر رائج ہو گیا ہے کہ اس کی جگہ کسی دوسرے لفظ کا استعمال مناسب نہ ہو گا۔ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے اسے صحیح سمجھنا چاہیے۔"(۱)

اردو میں تنقید چونکہ مغربی ادب کے ذریعے داخل ہوئی لہذا تنقید کی غرض و غایت کے حوالے سے مغربی ناقدین کی آراء کو اردو میں بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ مغربی تنقید میں میتھیو آرنلڈ اہم ترین نام ہے۔ میتھیو آرنلڈ اپنے مضمون تنقید کے منصب میں لکھتے ہیں:

"تنقید کا بنیادی کام تو دیانت داری و غیر جانبداری کے ساتھ دنیا کے بہترین خیالات سے واقف ہو کر اسے دوسروں تک پہنچانا ہے۔"(۲)

تنقید اور تخلیق کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ تخلیق ہی وہ پہلا مظہر ہے جو تنقید کا جواز فراہم کرتی ہے۔ تنقید کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرتی ہے کسی بھی فن پارے کے فنی محاسن کی نشاندہی کرنا اور اس کی قدر و قیمت کے بارے میں فیصلہ صادر کرنا تنقید کی مبادیات میں سر فہرست ہے۔ علاوہ ازیں تنقید کا عام مفہوم کسی فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں کا مطالعہ بھی ہے۔ ادب میں تنقید کے منصب اور مقام کے بارے میں بعض ناقدین میں اختلاف رائے بھی موجود ہے۔

ایک مکتبہ فکر ادب کو محض تفریح اور مسرت کا سبب سمجھتا ہے جبکہ دوسرا مکتبہ فکر اس کی اہمیت اور افادیت کا اس لیے بھی قائل ہے کہ تنقید کسی فن پارے کی قدر و قیمت معلوم کرنے کا موثر ذریعہ ہے اور تنقید ہی وہ فن ہے جو کسی ادب پارے کے فکری و فنی محاسن کا تعین کرنے کا باعث بنتا ہے۔

اس موقع پر ٹی ایس ایلیٹ کی یہ رائے اس لیے بھی اہم ہے کہ وہ تنقید کو زندگی میں سانس کی طرح تصور کرتا ہے اور وہ اسے ایک دیانت دارانہ عمل سمجھتا ہے۔ اس کے بقول:

"دیانت دارانہ تنقید اور زود اثر توصیف شاعر سے نہیں بلکہ شاعری سے بحث کرتی ہے"۔(۳)

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اردو تنقید کی روایت انگریزی تنقید کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور اس کے ابتدائی نمونے ہمیں اردو شاعروں کے فارسی تذکروں میں ملتے ہیں لیکن شاعری کے بعد اردو تنقید نے ہر ادبی صنف کا نہ صرف احاطہ کیا بلکہ اس کے خدوخال اور اس کے موضوعات کو سمجھنے میں بھی بہت مدد کی۔ ہر چند ابتدا میں مولانا الطاف حسین حالیؔ، مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا شبلی نعمانی بنیادی نوعیت کا کام کیا۔ تاہم انیسویں اور بیسویں صدی کی ادبی و فکری تحریکیں اردو تنقید کے تنقیدی عمل کو تیز تر کرنے کا باعث بنیں۔ اردو میں رومانوی تحریک نے رومانوی تنقید کو پروان چڑھایا جس کے اثرات افسانے، ناول اور نظم نگاری پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اردو میں تنقید نگاری کا عمل تسلسل سے جاری ہے اور اردو تنقید کی مشہور اقسام میں عمرانی تنقید، نظریاتی تنقید، عملی تنقید، تاثراتی تنقید، جمالیاتی تنقید، مارکسی تنقید، تاثراتی تنقید، ترقی پسند تنقید، نفسیاتی تنقید، اسلوبیاتی تنقید اور ساختیاتی تنقید اپنے اپنے ادوار اور پس منظر کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔

اردو تنقید میں کلیم الدین احمد اس حوالے سے اہم مقام رکھتے ہیں کہ انہوں نے انگریزی ادبیات اور مغربی تنقید کا باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ علیم الدین احمد کا تنقید کے حوالے سے یہ نکتہ نظر بہت اہم ہے:

"نقاد میں وہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ شاعر کے دماغ میں سما کر اس کے تجربے کے ہر پہلو کو سمجھ سکتا ہے اور خود سمجھ کر دوسروں کو سمجھا سکتا ہے۔ وہ اس تجربے کی قدر و قیمت کا اندازہ کرتا ہے(۴)

تنقید میں تنقیدی نظریات اور تنقیدی اصول بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو بنیاد بنا کر ادب پارے پر تنقید کی جاتی ہے اور اس تنقید کے نتیجے میں فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ زندگی اور ادب میں بہت وسعت پائی جاتی ہے لہٰذا ان کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے لیے جن اصولوں اور پیمانوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب تنقید کے زمرے میں آتے ہیں۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی اردو کے اہم نقاد ہیں۔ وہ اپنی کتاب "مغرب کے تنقیدی اصول میں لکھتے ہیں:

تنقید کے اصول و ضوابط کو ہم ہر تم کی تحریروں پر لاگو نہیں کرتے اور ہر قسم کی کتاب ادبی تنقید کے تحت نہیں پرکھی جاسکتی۔ کسی مکان کی تصویر اور اس کے نقشے میں فرق ہوتا ہے ایک مسرت بخش ہوتا ہے اور دوسرا ئف معلومات پہنچاتا ہے۔"(۵)

تنقید اور تخلیق میں ایک فطری رشتہ ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے تخلیق کو اس لیے اولیت حاصل ہے کیونکہ تنقید جیسے آرٹ کو موضوع اور مواد فراہم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ناقد ایک تخلیق کار بھی ہوتا ہے اور تخلیق کار ایک ناقد بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی بھی فن پارے کا پہلا نقاد اس کا تخلیق کار ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے فن پارے کے فکری و فنی محاسن کا جب جائزہ لیتا ہے تو وہ بذات خود ایک نقاد کے روپ میں سامنے آتا ہے ہر ادیب، شاعری تخلیقی فن کار اپنی تخلیق کا اولین نقاد ہوتا ہے۔ کوئی بھی شاعر پہلے اپنے کلام کو خود دیکھتا ہے اور پھر اپنے پڑھنے والوں کے سامنے لاتا ہے اس اعتبار سے کامیاب نقاد وہ ہے جو ایک عمدہ تخلیق کار بھی ہے۔ ادب میں تنقید کی اس لیے بھی ایک خاص اہمیت ہے کہ اس میں اصول اور کلیے تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ تخلیقی رجحانات میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تنقید میں بھی نت نئی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ تاہم بہت سے تنقیدی نظریات آج بھی روز اول کی طرح موجود ہیں۔ مثلاً ارسطو اور کالرج نے اپنے زمانے میں جو تنقیدی اصول پیش کیے وہ آج بھی اسی طرح تسلیم کیے جاتے ہیں تنقید اور تخلیق کا باہمی رشتہ بھی بہت گہرا ہے۔ کیونکہ تنقیدی عمل کے بغیر تخلیقی عمل تکمیل آشنا نہیں ہو سکتا، تنقید تخلیق میں بہتر اور نئے امکانات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی کتاب "ارسطو سے ایلیٹ تک کے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:

"ہر دور میں مختلف تاریخی دھاروں کے بہاؤ کی وجہ سے جو فکری، سماجی، معاشی اور تاریخی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے کلچر بدلتا رہتا ہے اور پرانا نظام کمزور ہوتا اور ٹوٹتا پھوٹتا رہتا ہے تنقید کا کام یہ ہے کہ وہ اس نظام خیال کو نئے سرے سے مرتب کرتی رہے تاکہ ایک طرف تغیر میں تسلسل باقی رہے اور دوسری طرف زندگی کے ہر شعبے میں تخلیق کا عمل جاری رہے جب تنقید یہ کام بند کر دیتی ہے تو نظام خیال کے دوران خون میں خلل واقع ہو جاتا ہے چیزوں کے رشتے ٹوٹنے لگتے ہیں، الفاظ اپنے معانی کھو دیتے ہیں۔ اقدار، جن پر وہ معاشرہ قائم ہوتا ہے ایک دوسرے سے متصادم ہونے لگتی ہیں۔ زندگی کئی نئے تقاضے کرتی ہے اور یہ اقدار انہیں پورا کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اس لیے ایسے معاشرے کا انسان جس میں تخلیقی و فکری انسان بھی شامل ہے اندر سے ٹوٹ جاتا ہے اور وہ کوئی ثابت تخلیق پیش کرنے میں ناکام رہتا ہے، ہمارے دور میں جو کچھ ہو رہا

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تنقید نے اپنا کام بند کر دیا ہے۔ اگر کوئی دور ایسا ہے (جیسے ہمارا اپنا دور ہے) جس میں تخلیق کاوشیں زندگی کی ہر سطح پر بے جان ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں اس دور کے نظام خیال میں گڑبڑ ہے اور اسے از سر نو مرتب کرنے اور تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔(۲)

عام طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نقاد کی فن پارے پر تنقید کر کے فن کار کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے اور یہ بھی حقیقت کہ وہ جب کسی فن پارے سے کوئی خامی تلاش کرتا ہے تو اس کا مقصد فن کار کی مخالفت کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد وحید تخلیق کار کو اس کی خامی سے آگاہ کرنا ہوتا ہے۔ تنقید کا فوق یا ذوق نقد بہت قدیم ہے۔ تنقید کا ذوق ایک فطری چیز ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ اپنی کتاب اشارات تنقید میں لکھتے ہیں:

تنقید کا کام مصنف کے ادب پارے پر فیصلہ صادر کرتا بھی ہے۔ اس کے دو طریقے قدیم زمانے سے مروج ہیں۔ ایک تو سائنسی طریقہ یعنی ادب پارے کا مطالعہ کر کے اس کے مطالب کو دوبارہ اچھی طرح پیش کرنے اور مصنفین وغیرہ کے بارے میں تحقیق و جستجو (Investigation) کا طریقہ دوسرا عقلی طور پر پرکھ تول کر فیصلہ صادر کرنے (Judgment) لیکن فیصلہ صادر کرنے کے عمل میں بسا اوقات ناقد سے ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں جن کا ازالہ صدیوں میں بھی نہیں ہوتا۔(۷)

لہذا ایک معیاری تنقید کے لیے نقاد کو صاحب مطالعہ اور محتاط ہونے کی از حد ضرورت ہے اور وہ سب سے پہلے اس بات کو پیش نظر رکھے کہ تخلیق کار نے اپنی تخلیق میں کن چیزوں کو بطورِ خاص پیش کیا ہے اور اس کے معاشرے کی سیاسی، سماجی، معاشی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ تنقیدی تجزیوں میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ ادب یا تخلیق جس کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا ہے اس کا تعلق کس زمانے عہد اور علاقے سے ہے کیونکہ ادبی تنقید میں کسی بھی ادبی فن پارے کی ادبی قدر و قیمت کے تعین میں اس کے زمان و مکان کو بھی پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے، اس ضمن میں ابو الاعجاز حفیظ صدیقی رقم طراز ہیں:

"ایسا کوئی ادب پارہ موجود نہیں جو زمان و مکان کے علائق سے آزاد اور منقطع ہونے کے بعد بھی اپنی پوری معنویت برقرار رکھ سکے، چونکہ ادب کا مقصد (یا کم از کم ایک بنیادی مقصد) یہ ہے کہ وہ ہمیں مسرت بہم پہنچائے اور ہمارے ذوق جمال کی تسکین کا باعث بنے، اس لیے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ ادب پارہ مسرت بخشی اور حسن آفرینی کے اس بنیادی مقصد کو پورا بھی کرتا ہے یا نہیں، یا ہمیں جمالیاتی اصولوں کے علاوہ اپنے ذوق اور تاثر کی راہنمائی بھی قبول کرنی پڑتی ہے۔"(۸)

یہ بات طے ہے کہ ادب اور فن پارہ مسرت پہنچانے کا باعث بنتا ہے کیونکہ کسی بھی فن پارے کے بطون میں موجود جذبات انسان کی اندرونی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں لہذا تنقید ذوق جمال کی تسکین کے پہلوؤں کو بھی پیش نظر رکھتی ہے۔ موضوع، مواد اور اس کی پیشکش تنقید کے بنیادی مباحث میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

کسی نقاد کا مطالعہ جس قدر وسیع ہو گا وہ اسی باریک بینی سے نگارشات کا تنقیدی جائزہ لے سکے گا۔ کسی بھی نقادی علمی بلندی اس کی تنقید میں بہتر امکانات پیدا کرتی ہے نقاد کے لیے لازم ہے کہ وہ کسی تخلیق پر تنقید کرنے سے پہلے اس کا عمیق نظری سے مطالعہ کرنے اور پھر اس کا تجزیہ سائنسی انداز میں کرے۔ مجنوں گورکھپوری اپنے مضمون "ادب اور زندگی میں رقم طراز ہیں:

"نقاد شاعر کا ہم شعور اور رفیق ہوتا ہے شاعر کو نقاد سے مدد ملتی ہے۔ وہ خود جس کام کو نہیں کر سکتا ہے وہ نقاد اس کے لیے کرتا ہے۔ شاعر کو اپنی کوشش اتنی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اچھائی یا برائی پرکھنے میں دھوکہ کھا سکتا ہے جس سے نقاد اس کو بچاتا ہے۔ تنقید نئی تحقیق کے لیے شمع راہ بنتی ہے۔"(۹)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تنقید اور تخلیق کا آپس میں گہرا رشتہ ہے اور یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ کسی تخلیقی فن پارے میں نئی تنقیدی جہات سے وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تنقید کا سفر وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ تحقیق کے مطابق تنقیدی فریم ورک بن چکے ہیں۔ سوشل سائنسز کے اشتراک سے ادب کو دیکھنے کا سلسلہ خاصا مقبول ہوا ہے۔ علم، سماج اور ثقافت کے سراغ ادب میں تلاش کیے جا رہے ہیں۔ تنقید سے ادبی میدان میں تحرک پیدا ہوا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر طارق ہاشمی رقم طراز ہیں:

"معاصر تنقید کے سلسلے میں یہ نکتہ بطورِ خاص سامنے رہنا چاہیے کہ اب تنقید محض ارتقائی عمل کے جائزے، تاریخ نویسی یا ادوار بندی کا نام نہیں رہی بلکہ تنقید، تخلیق کے کسی مخصوص سماجی یا علمی تناظر کو سامنے رکھ کی جاتی ہے اور اس تناظر سے متن کی تعبیر و تحسین کا پہلو سامنے لایا جاسکتا ہے۔"(۱۰)

مجموعی طور پر تنقید ایک ہمہ گیر میدانِ جستجو ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو زیرِ بحث لاتا ہے۔ ادبیاتِ عالم میں تنقید کا الگ کردار ہے۔ لہٰذا تنقید کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ادب کا طالبعلم اس فن کی بدولت بڑے بڑے اذہان کو سمجھنے کی استعداد پیدا کرتا اور اپنے مطالعے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

حوالہ جات

۱: حامد اللہ افسر، تنقیدی اصول اور نظریے، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور ص ۱۶
۲: میتھیو آرنلڈ، تنقید کا منصب (مضمون) مشمولہ ارسطو سے ایلیٹ تک از ڈاکٹر جمیل جالبی، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، اشاعت نہم، ۲۰۱۵، ص ۲۵۳
۳: ٹی ایس ایلیٹ، روایت اور انفرادی صلاحیت (مضمون) مشمولہ ارسطو سے ایلیٹ تک از ڈاکٹر جمیل جالبی نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، اشاعت نہم، ۲۰۱۵، ص ۴۹
۴: کلیم الدین احمد، اردو تنقید پر ایک نظر، بک ایمپوریم پٹنہ، ۱۹۴۲، ص ۶۲
۵: سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، مغرب کے تنقیدی اصول، نصرت پبلشرز، لکھنو، ۱۹۸۵ص ۹
۶: جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، (پیش لفظ)، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، اشاعت نہم، ۲۰۱۵، ص ۱۲
۷: سید عبد اللہ، اشارات تنقید، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور،
۸: ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، ادبی اصطلاحات کا تعارف، اسلوب، لاہور، ۲۰۱۵، ص ۱۶۸
۹: مجنوں گورکھپوری،، ادب اور زندگی (مضمون)
۱۰: طارق ہاشمی، ڈاکٹر، "اردو تنقید کا معاصر منظر نامہ" مضمون مشمولہ، تنقید ماضی، حال اور مستقبل مرتبہ ڈاکٹر مشتاق عادل، فروغ زبان پبلشرز، ساہیوال، ۲۰۲۰ء، ص ۲۱